چہل مسئلہ

حضراتِ بریلویہ هداهم الله تعالیٰ

مصنّفہ

مولانا الحاج محمد کریم بخش صاحب مرحوم ایم۔اے

سابق پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور

مکتبہ صفدریہ

نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

بندہ عبدالعزیز (ابو یونس) دُعاجو دہلوی عرض کرتا ہے کہ یہ مختصر سا رسالہ بنام "چہل مسئلہ حضرات بریلویہ" (ھداھم اللہ تعالیٰ) ہے۔ جن کو ایک محقق عالم[1] لاہور نے جناب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی المولود ۱۲۷۲ھ والمتوفی ۱۳۴۰ھ (جن کو حضرات بریلویہ اپنے زعم میں حضور پُر نور، اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت عظیم البرکت، مجددِ دین و ملت، ماحیِ بدعت، حامیِ سُنّت، مجددِ مأتہ حاضرہ، قبلہ، رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے القاب سے موسوم کرتے ہیں) کی تصانیف سے منتخب کیا ہے۔ کیونکہ یہ بریلوی صاحبان اہلِ حق بزرگوں کو وہابی کا لقب دے کر دن رات اُنہیں بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں اور اُن کو (معاذاللہ) خدا اور رسول کا دشمن جانتے ہیں

---

[1] کسی مصلحت سے وہ عالم صاحب اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ اور ویسے اس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں، کیونکہ غرض اظہارِ حق ہے۔ ۱۲

اس لئے ضروری تھا کہ ان بریلوی صاحبان کے امام مذکور کی اپنی تحریرات سے ان کے عقائد، اعمال، خیالات وغیرہ کا اظہار کیا جائے۔ سردست یہ چند مسائل طشت از بام کئے جاتے ہیں۔ جن لوگوں کو کسی حوالہ کتاب کے متعلق کوئی شبہ واقع ہو وہ اصل کتاب دیکھ کر تسلی کر سکتے ہیں۔

بندہ نے یہ معلومات محض افادۂ اہلِ اسلام کے لئے طبع کرائے ہیں۔ اگر کسی حوالہ کتاب کے متعلق کوئی صاحب خط وکتابت کرنا چاہیں تو میرے پتہ پر بخوشی کر سکتے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس مختصر رسالہ کو ہر طالبِ صادق کے لئے مفید و بابرکت کرے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (پ۱۲ - آیۃ ۱۲)

والسّلام

صفر المظفر ۱۳۵۸ھ

راقم: عبدالعزیز (ابویونس) دُعاجو
صدر مارکیٹ، دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْد ! آج سے تقریباً اٹھائیس ۲۸ سال پہلے عالم محقق حضرت مولانا الحاج محمد کریم بخش صاحب مظفر گڑھی (المتوفی ۱۳۶۵ھ) فاضل دیوبند اور ایم اے، پروفیسر عربی، گورنمنٹ کالج لاہور نے قائد جماعت بریلویہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی متعدد کتابوں سے ٹھوس حوالے یکجا کر کے "چہل مسئلہ حضرات بریلویہ" کے نام سے ایک کتابچہ مرتب کیا تھا۔ چونکہ انگریزی دور تھا اور موصوف گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر تھے، اس لئے کسی مصلحت کی بنا پر اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ویسے بھی حضرت مولانا مرحوم بڑے تخلیہ پسند اور صوفی مزاج تھے، نام و شہرت کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے اس لئے یہ کتابچہ اُس وقت حضرت مولانا الحاج شاہ عبد العزیز صاحب دُعاجو دہلوی (المتوفی ۱۱ ذو الحجہ ۱۳۸۸ھ، ۲۸ فروری ۱۹۶۹ء در ٹنڈو آدم خان سندھ) خلیفہ اجل پیر کامل سند العلماء حضرت مولانا شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی (المتوفی ۱۳۶۱ھ) جو قطب وقت عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد

صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) کے خلیفہ تھے، کے اہتمام اور سعی سے محمدی پریس لاہور سے طبع ہوا تھا۔ پھر یہ کچھ ایسا نایاب ہوا کہ اس کا دستیاب ہونا مشکل تھا۔ بڑی محنت اور دِقّت سے ذاتی کتابوں میں تلاش کے بعد ایک نسخہ ہاتھ آیا، جس کو طباعت کے بعد ہدیہ قارئین کرام کیا جا رہا ہے، چونکہ حضرت مولانا محمد کریم بخش صاحبؒ بڑے محقق، نکتہ رس، دیانت دار اور خدا خوف بزرگ تھے، اسی لئے ہم نے اِنہی کے حوالوں پر اکتفار کی ہے اور اصل کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کی نہ تو ضرورت سمجھی ہے اور نہ ہی وقت مل سکا ہے۔ کتابچہ جوں کا توں ہم نے نقل کرا کر طبع کرا دیا ہے۔ ہاں ضمیمہ بڑھا دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کسی صاحب کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

احقر: ابوالزاہد محمد سرفراز

خطیب جامع گکھڑ و مدرس مدرسہ نُصرة العلوم گوجرانوالہ

۲۹ رمضان ۱۳۸٦ھ — ۱۱ جنوری ۱۹٦۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہل مسئلہ حضرات بریلویہ

هَدَاهُمُ اللهُ تعالیٰ

۱- متعلقہ توحید باری تعالیٰ

(۱) اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السمٰوات والارض ہیں اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازقِ جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔"

(الامن والعلیٰ ص۱۵۱ طبع نوری کتب خانہ لاہور ط ۲۱۹)

فائدہ: دیکھو کس قسم کی فضول توحید ہے کہ صفتِ [1] خالقیت و رازقیت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ شریک کر دیا۔

---

[1] مؤلف "دیوبندی حقائق" نے یہ لکھا ہے کہ یہ جملہ استفہامیہ ہے اور مؤلف "چہل مسئلہ" کی سخت نادانی، جہالت اور بد دیانتی ہے کہ وہ اس جملہ کو خبریہ بنا کر مولوی احمد رضا خان صاحب کو کوستا ہے اور پھر اپنی عادتِ مألوفہ سے مجبور ہو کر مؤلف "دیوبندی حقائق" دل کی بھڑاس یوں نکالتا ہے دیوبندی وہابی ملاؤں کی جہالت، نادانی (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اس سے تو کفارِ مکہ بھی اچھے ہوتے جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ صفتِ خلق میں کسی کو شریک نہ سمجھتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خیانت و بد دیانتی اور افترا، وکذب بیانی اھ ص ۱۲۔

الجواب : مسائل غصے اور لفاظی سے حل نہیں ہوا کرتے، ٹھوس حوالوں اور دلائل سے حل ہوتے ہیں۔"الامن والعلیٰ" کی عبارت کے سیاق وسباق سے یہ بات تو واضح اور ظاہر ہو جاتی ہے کہ واقعی یہ جملہ استفہامیہ ہے اور مؤلف "چہل مسئلہ" کی یہ چوک ہے کہ وہ اس جملہ کو خبریہ سمجھے ہیں لیکن اسمیں سب دیوبندی اور وہابی ملاؤں پر برسنے اور دانت پیسنے کی کیا وجہ؟ لیکن بایں ہمہ خان صاحب بریلوی پر ایک اعتراض بدستور باقی ہے۔ وہ یوں کہ اُن کی عبارت کے مفہوم اور اسلوبِ کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ اللہ پھر رسول اپنی "عطائی قدرت" سے رازقِ جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے ذاتی قدرت کی قید لگائی ہے۔

اس سے ایک خرابی تو یہ لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے معاذ اللہ عطائی قدرت ثابت ہو اور قطع نظر اس شق کے، ان کی عبارت کے اسلوبِ کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی قدرت سے رازقِ جہاں کہا جائے تو شرک نہیں ہوگا حالانکہ دیگر صفاتِ خداوندی کی طرح رازق ہونے کی صفت بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ نہ تو یہ یا کوئی اور صفت اُس نے کسی کو عطا کی ہے اور نہ کوئی اور رازقِ جہان ہے۔ ذاتی اور عطائی کی قید اور پیوند سے اس کی صفات کی تقسیم نہیں کی جاسکتی، اور یہ تو مشرکینِ مکہ کا بھی عقیدہ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور رازقِ جہان ہے۔ باقی عالمِ اسباب کے تحت ماں باپ کا اولاد کے لئے، آقا کا غلاموں کیلئے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

(قال اللہ تعالیٰ) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (پ۲۱ آیۃ ۱۲)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے، تو ضرور یہی جواب دیں گے، اللہ نے۔

نیز سورۂ یونس (پ۱۱، ۹) میں موجود ہے قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ...... فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ، تو کفار و مشرکین بھی رازق ہونے میں کسی کو شریک نہ کرتے تھے، اور یہ نام کا مجدد صرف دوسروں کا خالق و رازق ہونا ہی نہیں مانتا بلکہ ان کو اس بات کی ذاتی قدرت بھی دیتا ہے۔

اور ایسے اُمورِ تکوینیہ (خلق و رزق) میں "اللہ و رسول" یا "اللہ پھر رسول" میں فرق کرنا جہالت کی دلیل ہے۔ کیا واوٗ عاطفہ سے تو دوسرے کا خالق و رازق ہونا ثابت نہیں ہوگا اور ثُمَّ (پھر) کے لانے سے ثابت ہو جائے گا۔ یعنی پہلے مالکِ حقیقی عزّ اسمہٗ نے اشیاء کو پیدا کیا، اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بچی کچھی کمی کو دوسروں کے ذریعہ سے پورا کرایا۔

(۲) بے شک میرے رب نے میری اُمّت کے بارے میں مجھ سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حکومت کا اپنی رعایا کے لئے رزق مہیا کرنا محلِ نزاع سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ عالمِ اسباب کے تحت ہوتا ہے نہ کہ ما فوق الاسباب، اور ایسے ہی موقع کے لئے وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ط جمع کا صیغہ مجازی طور پر اختیار کیا گیا ہے، لیکن ان میں کوئی بھی رازقِ جہان نہیں ہے، گو عطائی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔

مشورہ طلب فرمایا۔ (کتابِ بالا ص۸۵)

فائدہ : اس نام کے مجدد نے یہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کو مٹاتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا ہے کہ حضورؐ نے معاذ اللہ یہ حدیث میں فرمایا ہے، اور دو اماموں (امام احمدؒ، امام ابنِ عساکرؒ) کی طرف اس حدیث کی تخریج کو منسوب کرکے ابنِ حذیفہ صحابی کو اس کا راوی بتلایا ہے۔ حالانکہ اس نام کا کوئی صحابی نہیں۔ ہاں ممکن ہے کہ طباعت کی غلطی ہو اور "عن حذیفہؓ" ہو اب مسند احمد ج ۵ ص۳۸۲-۴۰۸ میں اس صحابی کی بے شمار روایتیں موجود ہیں مگر ایسی جھوٹی روایت[1] کا نام ونشان ندارد۔ اور بھلا فطرتِ سلیمہ اور صریح توحید باری کے خلاف ایسی روایت کہاں ہو سکتی ہے۔ واضح ہو کہ اس جھوٹی روایت میں حق تعالیٰ کا تین بار مشورہ کرنا لکھ دیا ہے، اور اہلِ عقل خوب جانتے ہیں کہ کسی کا دوسرے سے مشورہ لینا احتیاج وعاجزی پر دلالت کرتا ہے، اور یہ امر باری تعالےٰ

---

[1] مؤلف "دیوبندی حقائق" نے اس پر بھی گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ، حالانکہ یہ حدیث پاک نہ صرف مسند امام احمد ج ۵ بلکہ کنز العمال ج ۶ اور خصائص الکبریٰ جلد دوم وغیرہما متعدد کتبِ معتبرہ میں پوری آب وتاب کے ساتھ مذکور ہے (ص۱۴)۔ پھر آگے جوش میں آکر لکھتے ہیں کہ، اگر اسی کا نام تحقیق ہے تو جہالت وحماقت کس چیز کا نام ہے؛ تعجب ہے کہ ایسے جہلاء، علماء بن کر خلقِ خدا کو دھوکہ دیتے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ جیسی پیکرِ علم وفضل شخصیت پر کیچڑ اچھالتے ہیں اھ (ص۱۴ وص۱۵)۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کی شان میں کسی طرح متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو دوسروں سے مشورہ لینے کا ارشادِ احکم الحاکمین ہے۔ قَالَ عَزَّ اِسْمُهٗ، وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (پ ۴-۸) یعنی آپ ان سے مشورہ لیتے رہا کیجئے۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے[1]، تحت قدرت ہی نہیں[2]، ہو ہی نہیں سکتا[3] (ملفوظات ص۵۹ جلد سوم)۔

فائدہ: دیکھو کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق کی قدرتوں کو کیسا محدود کیا ہے کہ ایک تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) الجواب: مؤلف مذکور کو غصہ تھوک دینا چاہیئے، اور بلاوجہ جوش کو خیرباد کہنا چاہیئے۔ ان پر لازم ہے کہ وہ ازروئے مہربانی مسند امام احمد ج ۵ اور کنز العمال ج ۶ اور خصائص الکبریٰ جلد دوم وغیرہما متعدد کتبِ معتبرہ سے اس روایت کے باحوالہ صفحات الفاظ نقل کریں، پھر اس کی سند بتلائیں۔ پھر رُوات کی کتب اسماء الرجال سے باحوالہ توثیق نقل کریں اور ساتھ ہی سند کا اتصال ثابت کریں اور کم از کم دو معتبر و مستند محدثین کرام سے باحوالہ اس روایت کی تصحیح نقل کریں۔ جبتک یہ نہ ہوگا حدیث کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور جن کتابوں کا انہوں نے نام لیا ہے اہلِ علم جانتے ہیں کہ ان کتابوں میں اگرچہ صحیح حدیثیں بھی موجود ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ ان میں موضوع اور جعلی حدیثوں کی بھی بھرمار ہے اور عقائد و اصول میں تو خبرِ واحد صحیح کا پیش کرنا بھی محض ہرزہ بافی ہے، پھر بے سند اور بے ثبوت روایات کے پیش کرنے کا کیا معنی؟

محال بالذات مانا، اوراس کی تشریح و توضیح کے لئے دو اور جملے لکھ دیئے۔ حالانکہ بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اور پھر امکانِ نظیر کے تسلیم کرنے میں کون سے عدل و انصاف کا خلاف لازم آتا ہے۔ ہاں یہ دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے کہ وقوع نظیر نہیں ہوگا۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔ واضح ہو کہ قرآن مجید میں تو اس مضمون کی کئی آیات موجود ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ أَوْحَیْنَا إِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ۝ (پ ۱۵، ۱۰)	اور اگر ہم چاہیں تو جسقدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کرلیں، پھر اس کے واپس لانے کیلئے آپ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر (یہ) آپکے رب کی رحمت ہے (کہ ایسا نہیں کیا) بیشک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی سے (جس پر نبوت کا دار و مدار ہے) محروم کرنے پر قادر ہے، مگر وقوعاً ایسا نہیں ہوا۔

(۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص میں خدا ہی کی تعریف ہے یا رسول اللہ کی بھی بیّنوا و توجروا۔

الجواب: سورۃ فاتحہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح مدح ہے۔

آگے چل کر لکھا ہے :

"شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے۔ اس میں سورۂ اخلاص بھی داخل ہے"

(احکامِ شریعت صہ ۹۲ حصہ دوم)۔

فائدہ : دیکھا کیسا سوال تھا اور کیسا جواب۔ جاہل سے جاہل بھی جانتا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "صریح مدح" کہیں بھی نہیں، ہاں صراط مستقیم کی تفسیر میں اتباعِ نبوی بھی داخل ہے۔ مگر اس کو صریح مدح نہیں کہا جاتا جیسے کہ نام کے مجدد نے کہا ہے، جو صراحت و اشارہ میں بھی تمیز نہیں کر سکتا۔ باقی رہا کسی ولی کا سارے قرآن پاک کو نعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ڈھالنا اور توحیدِ باری تعالیٰ و دیگر احکامِ اسلام کو بالکل اڑا دینا ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ وہ بزرگ مغلوب الحال اور صاحبِ سکر و استغراق ہوں گے مگر ان کا یہ فعل کسی دوسرے کے لئے قابلِ تقلید نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی پیروی حرام ہے اور اس فعلِ حرام کی تائید کرنے والا بڑا مجرم ہے۔

(۵) (الف) عرض :۔ حضور، اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں ؟

ارشاد : اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔ (ملفوظات صہ ۱۱۵ حصہ اول)

فائدہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی اختیارات دینے کے بعد اب یہ نام کا مجدد دیگر لوگوں کو بھی علم و قدرت میں حق تعالیٰ کا شریک مانتا ہے چنانچہ اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ ایک ایک ولی ہزاروں جگہ حاضر ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ چاہیں کے جملہ سے بتا دیا، کہ کرامت ان کا اختیاری و ذاتی فعل ہے۔

واضح ہو کہ دس ہزار جگہوں سے یا تو یہ مراد ہو سکتی ہے کہ یا تو ایک ایک شہر میں ایک ایک جگہ موجود ہوتے ہیں، اور یا ایک ایک شہر میں دس ہزار جگہ ایک ہی وقت میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

لطیفہ : سوال میں تو مطلق حاضر ہونے کا ذکر تھا لیکن جواب میں دعوت قبول کرنے کا ذکر ہے۔ دیکھا کہ کس طرح کھانے پینے کا فکر ہے اور حیات و بعد ممات میں ضیافتیں اڑانے کا خیال دامن گیر ہے۔

تنبیہ : اسی مقام پر (ص ۱۱۶) اس نام کے مجدد نے صفتِ علمِ غیب اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کا مصداق ایک کافر کو بھی ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا" پھر یہاں سے استدلال کیا کہ "پھر ولی کیوں اتنی جگہ موجود نہیں ہو سکتا" دیکھا کہ کافر کو بھی عالم الغیب و حاضر و ناظر مان لیا گیا۔ بھلا جب اس صفت میں کافر و مومن شریک ہو سکتے ہیں تو پھر اس پر فخر کرنا اور اس کو کمال سمجھنا چہ معنی دارد۔

واضح ہو کہ کرشن (کشن) کافر کے حاضر و ناضر ہونے اور بیک وقت کئی جگہ

موجود ہونے کا ذکر اس مجدد کی دوسری کتاب احکامِ شریعت ص۱۱۸ حصہ دوم میں بھی موجود ہے۔

(ب) اب آگے اولیاء کے حاضر و ناظر ہونے کی آخری حد دیکھئے کہ معاملہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔

ملفوظات ص۴۹ حصہ دوم میں مذکور ہے۔ "انہی سیدی احمد سجلماسی کے دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہم بستری کی، یہ نہیں چاہیئے۔ عرض کیا۔ حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا۔ سوتی نہ تھی، سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا۔ حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا۔ جہاں وہ سو رہی تھی، کوئی اور پلنگ بھی تھا۔ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا۔ اُس پر میں تھا۔ تو کسی وقت شیخ مرید سے جُدا نہیں ہر آن ساتھ ہے"۔

فائدہ: یہ روایت لکھتے ہوئے شرم آتی ہے مگر کیا کیا جائے سخت مجبوری ہے۔ دیکھا کہ ان بریلویوں کے علمِ غیب کی انتہا کیا ہے۔ مرید کی ہم بستری کے وقت ان کے پیر و مرشد حاضر ہوتے ہیں اور سب واقعہ دیکھتے رہتے ہیں۔ فرشتوں کو اس قدر شرم ہو کہ وہ اس خاص وقتِ استراحت میں انسان سے جُدا ہو جائیں، جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے (مشکوٰۃ کتاب النکاح بحوالہ ترمذی) مگر یہ لوگ ایسے ہوں کہ ان کو ذرا بھی شرم نہ آئے بلکہ اپنے اس کمال کو بیان کریں۔ شرم، شرم، شرم

(۶) ملفوظات ص۱۰۱ جلد اوّل میں حضرت جنید بغدادیؒ کے دجلہ کے پار بغیر کشتی کے گزرنے کا قصہ ہے۔ جنہوں نے ایک دوسرے شخص کو بجائے "یا اللہ" کے "یا جنید یا جنید" کہنے کی تعلیم دی تھی۔ اس کے اخیر میں یہ عبارت ہے :

"شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں، اور مجھ سے "یا جنید" کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں اُس نے یا اللہ کہا، اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا حضرت میں چلا۔ فرمایا۔ وہی کہہ، "یا جنید یا جنید" جب کہا، دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی۔ آپ اللہ کہیں تو پار ہوں، اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا اسے نادان ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔ اللہ اکبرؒ"

فائدہ : یہ ہے کفر کی تعلیم۔ کیا یہی توحید اسلامی ہے؟ کیا کامل تو اللہ تعالیٰ کو پکارے اور ناقص غیر اللہ کو۔ کیا کتاب و سُنّت میں بھی معاذ اللہ ایسی واہیات اشیاء ہیں حاشا و کلّا۔ پھر سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی جو سلسلۂ صوفیہؒ کے مشہور امام ہیں، ان پر کیسی تہمت لگا دی۔

اب اس کے بعد دوسری تعلیم پیش ہوتی ہے جس میں کامل بھی مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارتا ہے۔

(۷) جب کبھی میں نے استعانت کی "یا غوث" ہی کہا۔ یک در گیر محکم گیر۔ (ملفوظات ص۵۹ جلد سوم)

فائدہ : آگے ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ جس میں حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی رح کو (جنہیں یہ لوگ غوث اعظم کے لقب سے پکارتے ہیں) یاغوثاہ کہہ کر پکارا گیا۔

لیجئے اب تو معاملہ صاف ہو گیا کہ یہ کامل مجدد بھی بجائے اللہ تعالے کے پیر صاحب کو ہر موقع پر پکارتا تھا، اور ان کو قادر و مختار مطلق سمجھتا تھا۔ معاذ اللہ استغفر اللہ۔

تنبیہ : واضح ہو کہ انہی پیر صاحب کو پکارنے کے لئے اس مجدد نے دوسروں کو بھی عام تعلیم دی ہے۔ چنانچہ اس کی کتاب "وظیفہ کریمہ ص۱۸" میں بعض کلمات کے اخیر میں "یاغوث" ستو مرتبہ کہنے کا امر موجود ہے اور اس جامع وظیفہ کا اثر یہ بتلایا ہے کہ "گناہوں کی مغفرت، آفاتِ دنیاوی و اُخروی سے نجات وصفائے قلب"۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللہ۔

پھر ایک جگہ انہی پیر صاحب کو تمام خدائی اختیارات دیئے ہیں۔ مثلاً کتاب "الامن والعلیٰ" ص۸۶ حاشیہ پر یہ کہا ہے۔" ایک ایک گھڑی کے حال کی حضور غوث اعظم کو خبر ہونا، ہر شقی وسعید کا اُن پر پیش کیا جانا، لوحِ محفوظ کا اُن کے پیش نظر رہنا" اور اس سے ایک صفحہ قبل ص۸۵ حاشیہ پر لکھا ہے:" آفتاب طلوع نہیں کرتا جبتک حضور سیدنا غوث اعظم پر سلام نہ کر لے۔"

اسی طرح فتاویٰ افریقہ ص۴۲ پر انہی پیر صاحب کے متعلق یہ لکھا ہے :

"حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم، شبِ معراج حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش مبارک پر پائے انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے۔ اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے تشریف لے جاتے وقت ایسا ہوا۔"

فائدہ: اب دیکھو کہ چھٹی صدی کے ایک بزرگ (کیونکہ حضرت پیر صاحبؒ کی وفات ۵۶۱ھ میں ہے) کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا کہ اِدھر مختارِ کُل بنا دیا اور اُدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا رفیقِ معراج ثابت کر دیا۔ واللہ اسی قسم کے غلوِ اعتقاد سے اسلام تباہ ہوا۔

(۸) حضرت مدظلہ الاقدس کے واسطے کپڑے سلوانا تھے سلطان حیدر خان نے عرض کی۔ درزی کو دے دیئے جائیں۔ ارشاد۔ آج منگل کا دن ہے، جس کی نسبت مولےٰ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ جو کپڑا منگل کے دن قطع ہو، وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا چوری جائے گا۔"

فائدہ: دیکھا مجدّد کی کیسی اعلیٰ توحید ہے۔ اِسلام نہ ہوا، ہندوؤں کا مذہب ہوا کہ بعض دنوں کو منحوس سمجھ کر ان سے ڈرتے ہیں اور پھر حضرت امیرالمؤمنین علی رضی اللہ عنہ پر بے وجہ و بے سند بہتان باندھ دیا۔

۲- محبّت وعظمت رسُولَ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

(۹) اس نیّت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے "زیارت" عطا ہو۔

(وظیفہ کریمیہ ص۱۷)

فائدہ : ایک غیر مستند درُود کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرضی مجدّد کہتا ہے کہ اس نیّت کے ساتھ درُود نہ پڑھو کہ مجھے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہو۔ اور واضح ہو کہ لفظ "عطا" ظاہر کر رہا ہے کہ خود تو طلب نہ کرو اور اگر خدا تعالیٰ بھی بطور عطیہ و اکرام کے وہ زیارت نصیب فرمانا چاہیں تب بھی قبول نہ کرو۔ دیکھا کہ یہ محبّتِ نبویؐ ہے۔ کیا اسی کی بنا پر دوسرے اہلِ حق کو کافر و مرتد کہا جاتا ہے کہ وہ مُحبِّ رسول نہیں ہیں۔ حالانکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

انّ من اشدّ امّتی لی حُبّا ناس یکونون بعدی یودّ احدھم لو رأنی باھلہ و مالہ۔ (مشکوٰۃ باب ثواب ھٰذہ الامّۃ بحوالہ مسلم)	یعنی میری اُمّت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبّت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے، ان میں سے ہر ایک آرزو کرے گا کہ اپنے اہل و مال کے بدلے میں وُہ مجھے دیکھ لے۔

نیز معلوم رہے کہ یہاں مطلق زیارت کے خیال سے منع کیا گیا ہے۔ یہ نہ بتلایا کہ

آیا زیارتِ خواب سے مشرف ہونے کا خیال نہ کرنے، یا یہ کہ معاذ اللہ قیامت کے دن اور بہشت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محرومی کی نیت رکھے۔

(۱۰) مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظِ آداب نہیں ہوسکے گا۔ (احکامِ شریعت ص۸۴ حصہ دوم)

فائدہ: دیکھا ان عاشقانِ رسول کا حال کہ مدینہ طیبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوارِ قرب میں رہنے کو مکروہ کہا اور ائمہ دینؒ پر بہتان لگایا، اور علت یہ پیش کی کہ حفظِ آداب نہیں ہوسکے گا۔ پھر تو مسلمان کوئی نیک کام نہ کرے نہ مسجد میں جائے، نہ حج کرے، نہ قرآن پڑھے، کیونکہ حفظِ آداب کا حق پورے طور پر وہ کہاں تک بجا لا سکتا ہے۔ کیا اس قسم کے مجدد صاحب اور ان کے خاص حواریین جو صرف اپنے لئے ہی ایمان داری کا اجارہ لئے ہوئے ہیں، وہ بھی حفظِ آداب نہیں کرسکتے۔ حالانکہ تمام اہلِ ایمان کا اتفاق ہے کہ اس شہر مقدس میں رہنا اور بالخصوص اخیر عمر میں مہاجرت کرنا باعثِ برکت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِھَا۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہے اس کو وہاں آکر مرنا چاہیئے کیونکہ میں وہاں آکر مرنے والے کی شفاعت کروں گا۔

(مشکوٰۃ باب حرم المدینة بحوالہ ترمذی۔ احمد)

اور واضح ہو کہ یہاں سکونتِ مدینہ منورہ کو مطلقاً مکروہ کہا گیا ہے۔ اور فقہاء حنفیہ کے نزدیک جب لفظ مکروہ معاملات میں مطلقاً استعمال ہو تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتی ہے۔ گویا اس مجدد نے اس بابرکت سکونت کو حرام کے نزدیک پہنچا دیا۔

(۱۱) حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ دس ، دس بار۔ ہر بلا و مکر سے محفوظی۔ حدیث میں سات بار فرمایا۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس بار آیا۔ فقیر کا اسی پر عمل ہے۔ اسے بحمدہٖ تعالیٰ تمام مقاصد کے لئے کافی پایا۔

فائدہ : دیکھا کہ حدیث شریف کی کیا تعظیم کی کہ پیر صاحب کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا کہ بجائے سات مرتبہ کے دس مرتبہ کو اختیار کیا۔ گویا حضور کے بتلائے ہوئے عدد سے یہ نتیجہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ حصن حصین وغیرہ میں یہ وظیفہ سات بار ہی پڑھنا آیا ہے۔

اب اس مجدد کا دوسرا واقعہ معلوم کیجئے جس میں اپنے نفس کی خاطر حضرت پیر صاحبؒ کو بھی چھوڑ دیا۔

کتاب "احکامِ شریعت" ص۱۵۷ حصہ سوم میں یہ عبارت ہے :

ہمارے خاندان کا یہ معمول ہے کہ سات بار درود غوثیہ، پھر ایک بار الحمد شریف و آیۃ الکرسی، پھر سات بار سورۂ اخلاص، پھر تین بار درود غوثیہ،

درودِ غوثیہ یہ ہے :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ، وَابْنِہِ الْکَرِیْمِ وَاُمَّتِہِ الْکَرِیْمِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

اب یہاں دیکھ لو کہ پیر صاحبؒ کے تجویز شدہ درود (جس کی فی نفسہٖ کوئی صحیح سند نہیں ہے۔ اور بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے درود کے خلاف پیر صاحبؒ کیوں کر درود تجویز کریں گے) کے اوپر زیادتی کرلی۔ کیا اب بھی پیر صاحبؒ کی تعظیم باقی رہ جائے گی۔ اور واضح ہو کہ ابھی آگے معلوم ہوگا کہ اس بڑھائے ہوئے درود کو چھوڑ کر ایک اور غیر مستند درود کو افضل ثابت کیا جاوے گا۔

(۱۲) اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا محمّد کما امرتنا ....

اللّٰھمّ صلّ علیٰ روح سیّدنا محمّد فی الارواح الخ

اس کے بعد لکھا ہے :

حصولِ زیارتِ اقدس کے لئے اس سے بہتر صیغہ نہیں۔

(وظیفہ کریمہ ص۱۷)

فائدہ : اوّل تو یہ درود فی الارواح اور فی الاجساد اور فی القبور والا کہیں صحیح سند سے ثابت نہیں۔ کتاب "قول البدیع" مصنفہ امام سخاویؒ

جس کے حوالے یہ مجدّد بھی دیتا ہے کہ ص۳۳ پر اس کے متعلق لکھا ہے لم اقف علیٰ اصلہ الی الاٰن ۔ یعنی اس روایت کی اصل آج تک مجھے نہیں ملی ۔ اور یہ محدّث، حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کا بڑا مشہور شاگرد ہے ۔ نیز فی الارواح وغیرہ کے معنی کی تعیین کیا ہوگی ۔ کیا بغیر ان ارواح وغیرہ کے حضورؐ پر درود شریف نہ بھیجا جائے ۔

پھر اس صیغہ کے بہتر ہونے کی کیا دلیل ہے ۔ کیا نماز جیسی اعلیٰ واشرف عبادت میں جو خود حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے خاص درود شریف مقرّر فرمایا، وہ سب سے افضل نہیں ہے ؟ اِس پر تمام کا اجماع ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ صحیح اور بہتر درود سے گریز کیا گیا ہے اور ایک غیر معتبر و بے سند درُود کو زور کے ساتھ افضل مان لیا گیا ہے ۔

تنبیہ : اُوپر دو مثالوں میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صریح مخالفت کا ذکر ہوا ہے ۔ ایک میں سات بار کی بجائے دس بار کو افضل کہنا ۔ دوسرا غیر ثابت درُود کو صحیح و ثابت درُود سے اعلیٰ ماننا ۔ اب ان کے علاوہ تین مثالیں اور دی جاتی ہیں، جن میں حضور سرورِ کائنات علیہ افضل التحیات والتسلیمات کے الفاظ مبارکہ پر زیادتی کی گئی ہے ۔

وظیفہ کریمہ ص۸ اَللّٰھُمَّ ما اصبح من نعمۃ .... ولک الشکر فقیر اس کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ من الظّٰلِمِیْنَ

زیادہ کرتا ہے۔

فائدہ : یہ اصل دعا مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات میں بروایت ابوداؤد موجود ہے۔

کتاب مذکورہ بالا صنا سید الاستغفار اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ ... اِلَّا اَنْتَ کہہ کر کہا ہے۔ فقیر اس کے بعد اتنا زائد کرتا ہے " وَاغْفِرْ لِکُلِّ مؤمن و مؤمنۃ "۔

یہ اصل وظیفہ " سید الاستغفار " بروایت بخاری " مشکوٰۃ باب الاستغفار " میں موجود ہے۔ اس وظیفہ کا نام خود جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے " سیّد الاستغفار " رکھا۔ اب بتلاؤ کہ حضورؐ کے مبارک الفاظ پر بڑھانا (خواہ بڑھائے ہوئے الفاظ معنیً صحیح بھی ہوں) کس قدر جرم ہے۔ اس طرح تو ہر ایک آدمی جو چاہے بڑھا دیا کرے، صاحبِ وحی علیہ السّلام کے مبارک کلمات کی کیا قدر رہے گی۔

واضح ہو کہ اس کتاب کے ص۱۳۱ پر ایک ذکر لکھ کر کہا ہے۔ فقیر اس کے بعد اتنا زائد کرتا ہے " و عن اھل السنّۃ "۔ یہ ہے اس مجدّد کی پیروی سُنّتِ نبویؐ۔ غالباً اسی وجہ سے لکھ دیا کہ :

> بحمد اللہ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سُنّتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ سُنّتیں

کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں۔

(ملفوظات ص۵ حصہ چہارم)

اب بتلاؤ کہ کس جگہ فقہاء کرام نے دائماً (موکدہ) سُنّتیں چھوڑنے کی اجازت دی ہے۔ بلکہ ایک جگہ لکھا ہے کہ تارکِ سُنّت گنہ گار نہ ہوگا۔

سوال و جواب کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عرض: جس شہر کے لوگوں میں سے ایک بھی ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ نکاح سے پہلے اوّل روز جیسا رواج ہے کھلا دیتا ہو تو ان سب کیلئے کیا حکم ہے۔

ارشاد: تارکانِ سُنّت ہیں مگر سننِ مستحبّہ سے ہے۔ تارک گنہ گار نہ ہوگا اگر اسے حق جانے۔ (ملفوظات ص۴۲ حصہ اوّل)

(۱۳) یا کہے ؎

میسحائی تری آنکھوں کی، سب بیمار اچھے ہیں
اِشاروں میں جِلا دیتے ہیں مُردہ یا رسول اللہ

پھر اس کے بعد لکھا ہے، "یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں"

(اِعلام الاَعلام ص۲)

فائدہ: اہلِ حق بالخصوص ہمارے حضرات دیوبندیہ (کثّر اللہ سوادہم) اس شعر کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اس میں کوئی خرابی نہیں۔ مگر یہ مجدّد، مُدعی حُبِ رسولؐ اس شعر کو حضورؐ کی شان میں سُننے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ ایسا کہنے والے کو

قطعی اور یقینی طور پر کافر مطلق سمجھتا ہے۔ حالانکہ حقیقۃً و مجازاً حضورؐ نے مُردے زندہ کئے۔ کیونکہ حضورؐ کی تعلیم کی برکت سے ہزاروں کے مُردہ دل، ایمان وغیرہ سے زندہ ہوئے۔ اور حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السّلام کے مشہور معجزے کی طرح حضورؐ سے بھی یہ کمال صادر ہؤا، جس کا ذکر سیرت کی کتب میں ہے۔ مثال کے لئے دیکھو، مدارج النّبوۃ مصنّفہ شیخ عبد الحق صاحب محدّث دہلویؒ ص۱۹۹ باب المعجزات طبع ۱۹۱۳ء۔

(۱۴) حتّی الامکان اتّباعِ شریعت نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف ص۱۰ نمبر ۱۴)

فائدہ: دیکھا کہ اتّباعِ شریعتِ محمدیؐ کے متعلق لفظ "حتّی الامکان" کہا کہ جتنی پیروی ہو سکے کرو۔ گویا نہ ہو سکے تو چھوڑ دو۔ مگر اپنے دین و مذہب کے متعلق کس قدر تاکید در تاکید کی کہ معاذ اللہ ہر فرض سے بھی اہم فرض ہے۔ ذرا باریک بینی سے تمام الفاظ (یعنی مضبوطی[1]، قائم رہنا[2]، فرض[3] کا دوبارہ[4] لانا، اہم[5] ہونا) کو دیکھو اور انصاف سے فیصلہ کرو، اور شریعت کے مقابلے میں اپنے دین و مذہب کا ذکر علیحدہ طور پر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ کوئی اور چیز ہے۔ اور پھر یہ کہ وہ میری ہی کتب میں درج ہے۔ نیز واضح ہو کہ یہ تعلیم، وفات کے دن (۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ) کی ہے اور وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے قلم بند کرائی گئی تھی۔ اب سمجھ لو کہ اپنی تمام زندگی

میں کیا تعلیم پھیلائی ہو گی۔

لطیفہ: اگر اس مجدّد کی وصیّت کے مطابق کوئی صاحب اس کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اس کی صحیح تعلیم اور اس کا دین و مذہب ظاہر کرے جیسے ہم نے کیا ہے، تو اہلِ عقل کے نزدیک وہ اخلاقی مجرم نہ ہو گا۔

(۱۵) جب ان کا انتقال ہوا، اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اُترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی، جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ (ملفوظات ص۲۳ حصہ دوم)

فائدہ: یہ تعریف اپنے ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کی، کی ہے۔ اب ذرا دیکھو کہ کس طرح اپنے پیر بھائی کی خوشبو کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ (شرفہا اللہ تعالیٰ) کی خوشبو کے برابر تسلیم کیا ہے۔ کیا یہ جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بے ادبی نہیں ہے۔ وہ مقدّس جگہ تو کعبہ مکرّمہ بلکہ (اکثروں کے نزدیک) عرشِ الٰہی سے بھی افضل ہے، اور وہاں کی حقیقی و معنوی خوشبو کا پتہ محبّانِ نبوی ہی دے سکتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا ہی ٹھیک کہا ہے ؎

بطیب رسول اللہ طاب نسیمها

فما المسك والكافور والصندل الرطب

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشبو کی وجہ سے مدینہ کی ہوا بھی خوشبودار ہو گئی ہے جس کے مقابلے میں مشک، کافور اور صندل کوئی چیز نہیں۔

دوسرا کہتا ہے ؎

یا خیرَ من دُفِنت فی القاعِ اَعْظُمُہٗ
فطاب من طیبہن القاع والاکمٗ

ترجمہ : اے بہترین ان لوگوں کے جو خاک میں مدفون ہیں، آپ کے جسمِ مبارک کی وجہ سے تمام میدان اور ٹیلے بھی خوشبوناک ہو گئے۔ (ہر دو اشعار در جذب القلوب مصنفہ شیخ محدث دہلوی)

خود "قصیدہ بُردہ" میں جس کو یہ لوگ عام طور پر پڑھتے ہیں، ایک مصرعہ یوں ہے : ع

لَا طیبَ یَعدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمُہٗ

ترجمہ : کوئی خوشبو اس ترابِ مبارک کے برابر نہیں ہو سکتی، جس کے اندر جسمِ مبارک موجود ہے۔

واضح ہو کہ اسی مقام پر مولوی برکات احمد صاحب کے جنازہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فلاں آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، اور آپ نے فرمایا کہ میں برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے آیا ہوں۔ اس کے بعد یہ نقلی مجدد کہتا ہے کہ الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا"۔ دیکھو اپنی امامت جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خیال میں مقتدی بنے ہیں، اس پر کتنا فخر کر رہا ہے۔ کیا یہ بھی فخر کا مقام ہے، بلکہ افسوس ظاہر کرتا کہ مجھے معلوم ہوتا تو میں ہرگز امامت نہ کرتا۔

(۱۶) امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں سے کسی وقت کا تعین نہیں۔ اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے، اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (ملفوظات ص۱ جلد۱)۔

فائدہ : دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود کثرت و تواتر احادیث کے تعیین نہ فرمائیں اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر فرمادیں اور یہ فرضی مجدد تاریخ مقرر کر دے، اور یہ بھی کہہ دے کہ فلاں وقت کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے گی۔ ایسی فرضی پیشگوئیاں تو ہر ایک جاہل سے جاہل بھی کر سکتا ہے۔ یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر مقابلہ ہے، اور علمِ غیبِ الٰہی میں کس قدر ہاتھ ڈالنا ہے۔ نیز اس کے "بعض علوم" کا کیا اعتبار ہے۔ یہ تو جفر، رمل اور تکسیر وغیرہ میں ماہر تھا جس کا یہ اکثر فخریہ ذکر کرتا ہے۔

۳۔ حسِّ مُشترک میں عاری ہونا

(۱۷) آدھی رات ڈھلے سے سورج کی کرن چمکنے تک صبح ہے۔

(وظیفہ کریمہ ص۴)

فائدہ : یہی بات اس نے اور دو کتابوں میں لکھی ہے۔ "احکامِ شریعت" ص۱۳۹ حصہ دوم میں ہے۔ "صبح سے مراد یہ ہے کہ آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک۔"

ملفوظات ص۱ حصہ سوم میں بھی بعینہٖ ایسی ہی عبارت ہے۔ اب نامعلوم اس مجدّد نے لوگوں کو کیوں دھوکا دیا، اور ایک ایسی بدیہی و فطری بات کا انکار کیا ہے جو پاگل سے پاگل آدمی کے ہر وقت کے مشاہدہ میں ہے۔ اور پھر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ دوسری عبادات کے لئے کوئی اور صبح ہے اور وظیفوں کے لئے کوئی اور صبح۔ اور بھلا عام طور پر آدھی رات ڈھلے سے کون وظیفے شروع کرتا ہے۔

واضح ہو کہ اسی بناء فاسد کی وجہ سے ایک موقع پر نماز تہجّد کے وقت کے متعلق ذیل کی عبارت لکھتا ہے:

"جب پونے سات بجے عشاء پڑھ کر سو رہے، اور سات سوا سات بجے آنکھ کھلے، وہی وقت تہجّد کا ہے۔" (وظیفہ کریمہ ص۱۲)

اب ہر ایک جانتا ہے کہ سخت سے سخت سردیوں کے موسم میں بمشکل نماز عشاء کا وقت سات بجے ہوتا ہوگا۔ چہ جائیکہ ہمیشہ کے لئے یہ وقت مقرّر ہو، اور پھر تہجّد کے لئے یہ تعیین کرنا کس قدر مضحکہ خیز ہے۔

۴۔ خروج از حنفیت

(۱۸) عرض: حضور مدینہ طیّبہ میں ایک نماز پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے اور مکّہ معظمہ میں ایک لاکھ کا۔ اس سے مکّہ معظمہ کا افضل ہونا سمجھا جاتا ہے۔

ارشاد: "جمہور حنفیہ کا یہی مسلک ہے۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدینہ طیبہ افضل ہے" پھر آگے لکھا ہے "اور یہی میرا مسلک ہے"۔ (ملفوظات ص۱۵ حصہ دوم)

فائدہ: دیکھو جمہور حنفیہ کے مسلک کو چھوڑ کر اپنا نیا طریقہ قائم کیا ہے اور اس پر اپنی حنفیت کا پُرزور دعویٰ ہے۔ اور پھر یہ اسی مدینہ طیبہ کی افضلیت کے بارے میں ہے جہاں کی رہائش کو مکروہ (تحریمی) کہہ کر روکا جاتا ہے تاکہ یہاں کے حلوے مانڈوں سے محرومی نہ ہو۔ اور علمائے دیوبند جن میں سے کئی ایک بزرگ وہاں کر جا رہے، اور اس پاک زمین میں پیوند ہوتے۔ اِن سے مشابہت نہ لازم آئے۔ واضح ہو کہ اس مسئلہ میں نہ صرف اپنے امام مجتہدؓ اور دیگر جمیع ائمہ حنفیہؒ کا خلاف کیا گیا ہے، بلکہ امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے مجموعی مسلک سے بھی انحراف کیا ہے۔

نیز "احکامِ شریعت" ص۱۴۶ حصہ دوم میں یوں کہا ہے۔ "مذہبِ حنفی میں جمعہ و عیدین (دیہات میں) جائز نہیں۔ لیکن جہاں قائم ہے، وہاں منع نہ کیا جائے اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے۔ آخر شافعیؒ مذہب پر تو ہو ہی جائے گا"۔ دیکھو ادھر تو ناجائز کہا۔ پھر کہا، منع نہ کرو۔ اور دلیل یہ دی کہ شافعی مذہب میں جائز ہے۔ پس بغیر ضرورت کے تقلیدِ حنفیت سے نکلنے کی ترغیب دی۔ پہلے مالکی بنے تھے، اب شافعی بنے۔

۵- خورد و نوش کا فکر و حرام مال کا ذِکر

(۱۹) گائے کا گوشت کھانے سے مجھے معًا ضرر ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے میرے یہاں نیاز کا کھانا بھیجا۔ (ملفوظات ص۵ حصہ چہارم)

فائدہ: یہاں سے ثابت ہوا کہ یہ مجدّد نیاز کے کھانے کھایا کرتا تھا۔ حالانکہ یہ کھانا صرف فقیر و محتاج ہی کو جائز ہے کہ اس کا ثواب میّت کو ضرور پہنچتا ہے۔ مگر اس غنی مجدّد کے لئے کیسے جائز تھا۔ اور خود بھی "وصایا شریف" میں لکھ چکا ہے کہ فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں"۔ اس سے پہلے ایک ایک ولی کا ہزاروں جگہ بیک وقت دعوت میں شامل ہونے کا ذکر آچکا ہے۔ اب آگے مذکور ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی ان کو لذیذ کھانوں کا فکر تھا۔

(۲۰) اعزّہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء میں سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف[۱] خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ[۲] کی بریانی۔ مرغ[۳] پلاؤ خواہ بکری کا، شامی کباب[۴]۔ پراٹھے[۵]۔ بالائی[۶]۔ اُرد کی پھریری[۷] دال مع ادرک[۹] لوازم گوشت[۸] بھری کچوریاں۔ سیب[۹] کا پانی۔ انار[۱۰] کا پانی۔ سوڈے[۱۱] کی بوتل۔ دودھ[۱۲] کا برف۔ اگر روزانہ ایک چیز ہوسکے تو یوں کرو۔ (وصایا شریف ص۱۳)

فائدہ: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس فرضی مجدّد کے خیال میں یہ بات

مرکوز تھی کہ قبر میں بعینہٖ کھانے پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ اعلیٰ سے اعلیٰ قیمتی سے قیمتی کھانے اپنے لئے تجویز کئے۔ اور خود ایک رسالہ بھی بنام "ایتان الارواح" مصنفہ ۱۳۲۱ھ لکھا تھا جس میں ثابت کیا تھا کہ روحیں واپس گھروں میں آتی ہیں۔ نیز کھانے پینے کا اس قدر فکر ہے کہ فرشتگانِ معصومین کے لئے بھی فاتحہ و ایصالِ ثواب کا جواز لکھا ہے (احکامِ شریعت ص۸۱ حصہ دوم) اور لوگوں کے لئے "زندگی" ہی میں اپنے لئے ایصالِ ثواب کی ترغیب دی ہے۔ (ملفوظات ص۷۹ حصہ اوّل)۔

تنبیہ: (الف) اسی کے متعلق یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ "احکام شریعت ص۵۹ حصہ اوّل" میں سوال موجود ہے کہ ناجائز روپیہ یعنی سود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عُرس وغیرہ میں لگایا جاوے تو جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا ہے:

"مسجد، مدرسہ وغیرہ میں بعینہٖ روپیہ نہیں لگایا جاتا، بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہو کہ حرام دکھا کر کہا۔ اس کے بدلے فلاں چیز دے اس نے دی اُس نے قیمت میں زرِ حرام دیا۔ تو جو چیز خریدی، وہ خبیث نہیں ہوتی، اس صورت میں فاتحہ و عُرس کا کھانا جائز ہے۔"

(ب) اسی طرح اسی کتاب "احکامِ شریعت ص۸۳ حصہ دوم" میں ایک سوال ہے کہ طائف جس کی آمدنی حرام ہے، اس کے یہاں "میلاد شریف پڑھنا" اور اس کی

اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اُس کا جواب یہ دیا ہے۔ "اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے، مگر جب کہ اُس نے مال بدل کر مجلس کی ہو۔ اور یہ لوگ جب کوئی کارِ خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے، اور وہ قرض اپنے مالِ حرام سے ادا کیا جائے گا تو اس کا قول قبول ہوگا۔"

(ج) ایسا ہی "ملفوظات ص۳۲ حصّہ سوم" میں اس سوال کے جواب میں کہ "رنڈی" کو مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں" کہا ہے۔ "اس کا اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں۔ رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں۔ باقی رہا، اس کا زنا کرنا، یہ اس کا فعل ہے، اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا۔

(د) پھر کتاب "احکامِ شریعت" ص۱۱ میں "بیمہ" زندگی و موت کو حلال کر دیا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ "جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔" حالانکہ یہ بیمہ بالکل جوّا ہے، اور تمام اہلِ حق کے نزدیک حرام ہے بھلا ایک شخص نے آج ایک قسط ادا کر دی، اور کل مر گیا، تو اس کی اولاد سینکڑوں ہزاروں روپے لینے کی کس طرح مجاز ہوگی۔ باقی اس کے جواز کی علّت کیسی بیہودہ بیان کی ہے۔

۶- بعض فتاوی عجیبہ وغریبہ

(۲۱) حُقّہ کے پانی سے وضو۔ "احکامِ شریعت ص۵۷ حصہ سوم میں ہے : مسئلہ : حُقّہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے۔ وہ کون حالت اور کس وقت پر۔

الجواب : "جب آبِ مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آبِ مطلق ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے تیمّم ہرگز صحیح نہیں۔ اس تیمّم سے نماز باطل۔

فائدہ : دیکھا کیا بدبودار فتویٰ ہے۔ کیا کوئی شریف انسان اس تعلیم کو اختیار کرے گا؟ اسی کتاب کے ص۱۶۵ پر یہ بیان کیا ہے کہ "حق یہ ہے کہ معمولی حُقّہ جس طرح تمام دنیا کے عامّہ بلاد کے عوام و خواص میں رائج ہے، شرعاً مباح و جائز ہے"۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حُقّہ خواہ معمولی ہو یعنی جسے عام لوگ جو مدّتوں کے بعد اسے صاف کرتے ہیں، پینے والے ہوں، تب بھی بلا کراہت وہ حلال ہے۔ حالانکہ اس قسم کے حقّہ کا پانی بالعموم اہلِ تجربہ کے نزدیک بول و براز سے بھی زیادہ بدبودار ثابت ہوا ہے۔

معلوم رہے کہ تیرہ سال کی عمر سے فتاوی نویسی کا کام شروع کر دیا تھا۔

(ملفوظات ص۱۱ حصہ اوّل)

(۲۲) مغرب کی سنّتِ مؤکّدہ کا طریقہ

نمازِ مغرب کے بعد فرض پڑھ کر چھ رکعتیں ایک ہی نیّت سے ہر دو رکعت پر التحیّات و درود اور دعا، اور پہلی تیسری پانچویں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ سے شروع۔ ان میں پہلی دو سنّت مؤکّدہ ہوں گی، باقی چار نفل، یہ صلوٰۃ اوّابین ہے (وظیفہ کریمہ ص۱۶)

فائدہ: دیکھا اس مجتہد و مجدّد نے کیا عجیب وغریب مسئلہ نکالا کہ ایک ہی نماز سے دو سنّتیں مؤکّدہ نکال لیں اور چار نفل۔ کیا یہی اجتہادات ہیں جن کی بنا پر دوسرے اہلِ حق کو کافر و مرتد کہا ہے۔

(۲۳) کراہتِ تلاوتِ قرآن۔ جن تین وقتوں میں نماز ناجائز ہے، تلاوت بھی مکروہ ہے۔ (وظیفہ کریمہ ص۱۲)

فائدہ: یہ نیا اجتہاد ہے۔ تلاوتِ قرآن کی کراہت کے کیا معنی! سجدۂ تلاوت مکروہ ہے نہ کہ نفسِ تلاوت۔

(۲۴) بلاشبہ غیرِ کعبہ معظمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے اور غیرِ خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسۂ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ آگے لکھا ہے "یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے، اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے" الخ (احکامِ شریعت

صنا۱۵ حصّہ سوم)

فائدہ : دیکھا عوام کے لئے اور فتویٰ، اور خواص کے لئے اور۔ گویا ان کے لئے یہ سجدہ، طواف، بوسہ وغیرہ جائز ہوئے۔ استغفر اللہ

(۲۵) اگر مصلّی کا میلان قبلہ سے ۴۵ درجے کے اندر تھا تو نماز ہوگئی۔ (ملفوظات صا۲۳ حصہ اوّل)

فائدہ : یہ کہاں کا مسئلہ ہے۔ شمال و مغرب کے درمیان تو ۹۰ درجہ کا فاصلہ ہے۔ گویا عین نصف شمال و مغرب میں نمازی نماز پڑھنے لگے تو جائز ہے۔ کیا مسئلہ بغداد شریف کی طرف (جو مابین شمال مغرب ہے) نماز پڑھنے کے لئے تو نہیں نکالا، جس کی طرف غالی بدعتی اب نماز نفل پڑھنے لگے ہیں۔ یا اس طرف منہ کر کے کچھ وظیفے ادا کرتے ہیں، اور اس مجدّد کا غلوّ، بغداد والے پیر صاحبؒ کے متعلق معلوم ہو چکا ہے۔

(۲۶) مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے۔ اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے۔ تو ایسی حالت میں کیا کرے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب : تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔

(احکامِ شریعت صا۱۰۲ حصہ دوم)

فائدہ : یہی مسئلہ "عرفانِ شریعت صا۱۷" پر بھی لکھا ہے۔ یہ کہاں کا مسئلہ

ہے کہ غسلِ جنابت کی ضرورت ہو اور اچھا بھلا آدمی ہو تو وہ تیمّم کرکے نمازِ فجر ضرور پڑھ لے۔ پھر فجر کی کیوں تخصیص ہے، اور اعادہ کی کیوں ضرورت۔ معذور آدمی کے لئے تو اس کی اجازت ہے، دوسروں کے لئے کہاں ہے لازم تھا کہ مرض وغیرہ کا عذر بیان ہوتا۔

(۲۷) مسئلہ ۵۶ : شادی میں دف بجانا درست ہے یا نہیں

الجواب : دف کی اجازت ہے جب کہ اس میں جھانج نہ ہوں اور مرد یا عزّت دار عورتیں نہ بجائیں الخ (عرفانِ شریعت صد ۱۲)

فائدہ : یہ عجیب فتوی ہے۔ جب دف جائز ہے تو مردوں کے لئے کیوں حرام ہے۔ کیا عزّت دار عورتوں کی بجائے بے عزّت اور فاسق عورتوں سے بجوایا جائے۔ حدیث (ترمذی) میں تو مَردوں کو ارشادِ نبوی ہے کہ :

اعلنوا هذا النكاح واجعلوه فى المسجد واضربوا عليه بالدفوف

یعنی نکاح کا اعلان کیا کرو اور مسجدوں میں اس کو کیا کرو اور اس پر دف بجایا کرو۔

(۲۸) زن و شوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتیٰ کہ فرج و ذکر کو بہ نیّتِ صالحہ موجبِ ثواب و اجر ہے۔ كما نص عليه سيّدنا الامام الاعظم رضى الله تعالىٰ عنه۔ (احکامِ شریعت صد ۱۵۳ حصہ سوم)

فائدہ : یہ نہ بیان کیا کہ اپنی اپنی شرمگاہوں کو خود علیحدہ طور پر مسّ

کرنا ہے یا ایک کا دوسرے کی شرمگاہ کو مسّ کرنا ہے۔ بہرصورت کس کتاب میں موجبِ ثواب و اجر لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کس معتبر کتاب میں یہ نص موجود ہے۔ علماء کرام تو زن و شوہر کو ایک دوسرے کی شرمگاہ پر نگاہ ڈالنے کو خلافِ اولیٰ و خلافِ تہذیب فرماتے ہیں کہ اس سے بے حیائی پیدا ہونے کا خوف ہے اور یہ مجدّد اس کی ترغیب دیتا ہے۔

(۲۹) **بیت الخلاء میں وظیفہ ادا کرنا :** پاس انفاس سانس کی آمد و رفت میں، کھڑے، بیٹھے، چلتے پھرتے، وضو بے وضو، بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے۔ یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے۔ (وظیفہ کریمہ ص۲۵)

فائدہ : دیکھا کیسا نفیس وظیفہ ہے کہ بیت الخلاء میں یہ وظیفہ نہ چھوڑو سانس کو اُوپر نیچے لاتے وقت اس ذکر کی مشق کرو۔ اور یہ وہ وظیفے ہیں جن کے متعلق اسی کتاب کے اسی صفحہ کے اُوپر لکھا ہے کہ یہ اس درجہ مفید ہیں، کہ انہیں اخفا کرتے ہیں۔ رموز میں لکھتے ہیں، فقیر نے اپنے خاص برادرانِ طریقت کے لئے اسے عام کیا۔"

(۳۰) **مسئلہ :** جھوٹے کام[1] کا جوتا مردوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : "ظاہر یہ ہے والعلم عند اللہ کہ جھوٹے کام کا جوتا

---

[1] یعنی ایسا جوتا جس پہ اصلی کے بجائے نقلی تلّہ لگایا گیا ہو۔

مرد و زن سب کے لئے مکروہ ہونا چاہئیے" آگے لکھا ہے۔ "ہاں سچے کام کا جوتا عورتوں کے لئے مطلقاً جائز، اور مردوں کے واسطے الخ"

فائدہ : یہ عجیب مسئلہ ہے کہ جھوٹا کام تو مکروہ اور سچا جائز۔

(۳۱) **عرض :** کافر جو ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں، مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں ؟

ارشاد : اُس روز نہ لے۔ ہاں اگر دوسرے روز دے تو لے لے، نہ یہ سمجھ کر کہ ان خبثاء کے تیوہار کی مٹھائی ہے، بلکہ مالِ موذی نصیبِ غازی سمجھے۔ (ملفوظات ص ۱۰۳ حصہ اوّل)

فائدہ : یہ عجیب معاملہ ہے کہ پہلے دن تو حرام اور دوسرے دن حلال، اور پھر لے کر بھی ان سے یہ اخلاق برتے کہ وہ خبیث اور موذی ہیں اور یہ مسلمان مفت میں غازی بن گیا۔ اور کتاب و سُنّت سے دلیل نہ بیان کی۔

(۳۲) **کراہتِ نماز بغیر زیور :** "اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا عورت کا بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں"۔

(عرفانِ شریعت، ص ۱۹)

فائدہ : اس روایت کی تصریح وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ صرف مجمع البحار کا حوالہ دے دیا۔ کتاب مذکور کو دیکھا، مگر وہاں بھی کتاب حدیث اور اس کی صحت وغیرہ کا ذکر ندارد۔ بس کُتبِ فقہ سے اس کی کراہتِ شرعی

ثابت کرتے۔ بظاہر اصولِ شریعت ایسی نماز کو مکروہ نہیں کہیں گے۔

(۳۳) صراطِ مستقیم دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو سیدھی چلی گئی ہے جس میں پیچ و خم ہی نہیں، مگر واسطہ کی ضرورت ہے کہ بغیر واسطہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اور دوسری یہ کہ اُٹھا اور سیدھا مقصود تک پہنچا۔ پہلی اَور انبیاء، اور دوسری صرف محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے لئے الخ"۔ (ملفوظات ص۶۳ حصّہ دوم)

فائدہ : دیکھو کس قدر غلو ہے، اور دیگر انبیاء کی کتنی توہین ہے، کیا ان کا راستہ پیچ و خم والا تھا، جس کے لئے واسطہ کی ضرورت تھی، توحید و معرفت کا طریق تو سب کا یکساں تھا، ضروری تھا کہ اس مُبہم بات کی پوری وضاحت ہوتی۔

(۳۴) قضا نماز کا طریق : احکامِ شریعت ص۹ حصّہ دوم میں قضا نماز کی سہولیت یہ بیان کی ہے کہ رکوع و سجدہ میں صرف ایک بار تسبیح پڑھ لے۔ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے بجائے صرف تین بار سُبحَانَ اللّٰہ پڑھے اور التّحیات کے بعد دُرود و دعا کے بجائے صرف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ پڑھے۔

فائدہ : اس کی سند کیا ہے، کیا اس سے نماز مکروہ نہ ہوگی؟ اسی

اختصار نے تو لوگوں کو دلیر کر دیا ہے۔

(۳۵) **عرض** : کھانا کھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

ارشاد : داہنا پاؤں کھڑا ہو اور بایاں بچھا۔ اور روٹی بائیں ہاتھ میں لے کر داہنے سے توڑنا چاہیئے، ایک ہاتھ سے توڑ کر کھانا اور دوسرا ہاتھ نہ لگانا عادتِ متکبرین ہے (ملفوظات ص۸۸ حصہ اوّل)

فائدہ : اس طرح سے روٹی توڑنے کی سُنّت کہاں سے لی ہے، جس کے ترک کو عادتِ متکبرین کہا ہے۔

کذب بیانی

(۳۶) ڈاڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق مُعلن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے، فرض ہو یا تراویح، حدیث میں اس پر غضب اور ارادہ قتل کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے۔ (احکامِ شریعت ص۱۰۳ حصہ دوم)

فائدہ : ارادہ قتل وغیرہ کی صحیح حدیثیں کس کتاب میں ہیں اور کون سے قرآن عظیم میں لعنت کا ذکر ہے۔ ڈاڑھی کا وجوب ثابت کرنا بھی مشکل ہے۔ قرآن شریف میں صراحتہً ایک جگہ حضرت ہارون علیہ السّلام کی ریش مبارک کا ذکر ہے۔ باقی قرآن میں تو کہیں اشارۃً یا صراحتہً اس کا ذکر تک نہیں،

لعنت کا فتویٰ کیسا، اور واجب القتل کیونکر۔ یہ قرآن کریم کے متعلق صریح کذب بیانی ہے۔

واضح ہو کہ اسی فرضی مجدد نے دوسرے رسالہ عرفانِ شریعت ص۱۳ میں لکھ دیا ہے کہ "ڈاڑھی کے متعلق قرآن پاک میں پانچ آیتیں ہیں۔ خدا معلوم وہ کہاں ہیں؟

(۳۷) وہابیہ مثل یہود کے ہیں، اور وہابیہ کی کہیں ایک ٹیریہ بھی نہیں۔ (احکامِ شریعت ص۱۴۲ حصہ دوم)

فائدہ: یہ صریح کذب اور خلاف مشاہدہ ہے۔ وہابیہ نجدیہ کی حکومت قریبًا ایک سو سال سے صوبہ نجد (عرب) میں چلی آ رہی ہے، اور اس مجدد کی وفات سے تین سال بعد حجاز میں بھی آگئی اور اب تک وہاں موجود ہے۔

(۳۸) جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا، مگر فتویٰ اباحت ہی پر دیتا ہوں۔

(احکامِ شریعت ص۶۹ حصہ سوم)

فائدہ: یہ سب تقریر حقّہ کے متعلق ہے جس سے وضو کرنے کا فتویٰ پہلے گذر چکا ہے۔ اب دوسرا حوالہ دیکھو، جس میں صاف موجود ہے کہ میں حقّہ پیتا ہوں۔

ملفوظات ص۱۰ حصّہ دوم میں ہے۔ "ہاں حقہ پیتے وقت (بسم اللہ)

نہیں پڑھتا" اب ذرا انصاف سے دیکھو کہ کس قدر کلام میں اختلاف ہے جو کسی مجدد کی شان کے لائق نہیں۔

(۳۹) "وہابیہ منسوب بہ عبدالوہاب نجدی ہیں۔ ابن عبدالوہاب ان کا معلمِ اوّل تھا۔ اُس نے کتاب التوحید لکھی"۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ "تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ ہے"۔

(کوکبہ شہابیہ صفحہ ۵۹ طبع بار چہارم)

فائدہ: یہ صریح کذب ہے جس کو اب تک اہلِ بدعت بیان کرتے پھرتے ہیں۔ دونوں کتابیں موجود ہیں۔ مقابلہ کر کے دیکھ لو، زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مضامین کی ترتیب بالکل مختلف ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی المتوفی ۱۲۰۶ھ کی کتاب التوحید غالباً شیخ اسماعیل شہیدؒ المتوفی ۱۲۴۶ھ نے دیکھی بھی نہ ہوگی۔

۸۔ بدتہذیبی

(۴۰) وہابی، دیوبندی ...... جملہ مرتدین ہیں کہ اُن کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا، مسلم ہو، یا کافرِ اصلی، یا مرتد انسان ہو یا حیوانِ محض، باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولدالزنا۔ (ملفوظات صفحہ ۱۰۵ حصہ دوم)

فائدہ : اس مجدّد کا معیارِ تہذیب دیکھو کہ حیوانِ محض سے بھی نکاح تجویز کرتا ہے اور کیسے بدترین الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ نیز معلوم رہے کہ حیوان سے نکاح کرنے کا ذکر اس مجدّد نے اپنی دوسری کتاب احکام شریعت ص۱۶۱ حصّہ اوّل میں بھی کیا ہے۔

تنبیہ : واضح ہو کہ حقیقی معنٰی میں ہندوستان کے اندر اہل السنّت والجماعۃ ایک ہی قوم ہے، جو جماعت دیوبندیہ کہلاتی ہے، البتہ قلیل تعداد میں حضرات "اہلِ حدیث" کی جماعت بھی ہے جو بالعموم عقائد میں جماعتِ دیوبندیہ سے موافق ہے گو ان میں سے بعض لوگ غایت تشدّد و تعصّب کی وجہ سے حضرات ائمہ مجتہدیؒن کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اتّباعِ ائمہ کو شرک و کفر سمجھتے ہیں۔ (جیسے کہ اہلِ بدعت اپنے آپ کو حنفی سُنّی کہلا کر شرک و فسق میں مبتلا ہیں)۔

اب یہ بزرگانِ دیوبندیہ مدّتِ مدیدہ سے کتاب و سُنّت کی خدمت اور بدعاتِ شرکیات کا قلع قمع کر رہے ہیں، مگر ان اہلِ بدعت نے جن کا سرگروہ یہ فرضی مجدّد ہے، ان پاک بزرگوں پر بھی طعن[۱] و تشنیع اور سبّ و شتم کرنے سے دریغ نہ کیا، بلکہ تحریر و تقریر میں ان کے متعلق کفر[۲] و ارتداد کا فتویٰ دیا، اور یہاں تک کہہ دیا کہ من شكّ فی كفرهم فقد كفر یعنی جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی یقیناً کافر ہے۔ نیز یہ بھی لکھ دیا کہ ان لوگوں کا ذبیحہ[۳] ناپاک و حرام ہے۔ ان میں سے مستحقین کو زکوٰۃ[۴] دینا حرام ہے۔ ان کے پیچھے نماز[۵] پڑھنا ناجائز۔ ان کے

معصوم بچوں کو پڑھانا حرام ۔ اگر ان کی ہمسائیگی ہو تو ان کا کوئی حق ہمسائیگی واجب نہیں ۔ ان سے نکاح پڑھوانا باطل بلکہ ان کے بجائے برہمن ہندو ایجاب و قبول کرلے تو بہتر ہے ۔ نہ ان کی نوکری جائز ، نہ کوئی بات چیت ، نہ کوئی خرید و فروخت ۔ غرض ان کے ساتھ کسی قسم کا معاملہ جائز ہی نہیں ہے ، اور ان اہلِ باطل نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر یہ دیوبندی لوگ اب اپنے کفر و ارتداد و دیگر خرابیوں سے توبہ بھی کرنا چاہیں ، تب بھی قابلِ قبول نہیں ۔ بلکہ ہر صورت میں (معاذ اللہ تعالےٰ) واجب القتل ہیں ۔ اور یہ تمام اُمور اس رئیسِ گروہ فرضی مجدد کی تقریباً تمام تصانیف (بالخصوص کتبِ مذکورہ رسالہ ہٰذا) میں مندرج ہیں اور ان میں کئی کئی بار ان اُمور کا تکرار کیا گیا ہے ۔ حالانکہ یہ حضرات دیوبندیہ علاوہ حنفی مسلک اختیار کرنے کے جس کی تصدیق خود دارالعلوم دیوبند جاکر اور ان کی تقاریر سن کر بھی ہو سکتی ہے ، مراتبِ سلوک و احسان طے کئے ہوئے ہیں ۔ اور مطابقِ سنّتِ نبوی بیعت و ارشاد کا طریق بھی اختیار کرتے ہیں ۔ اور اس کی ترغیب دیتے رہتے ہیں ۔ مگر ان نالائق لوگوں نے ایسے کامل بزرگوں اور ان کے مسلک پر چلنے والوں کو بھی لقب وہابیہ سے یاد کیا (حالانکہ فرقہ وہابیہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے جو حنبلی طریق کا آدمی تھا) اور ایسے محقق اور نیک نیت مقلدوں کو غیر مقلد کہہ کر ان کو دوسرے غیر مقلدوں کے ساتھ شریک کردیا ۔ والسّلام ۔ صفر المظفر ۱۳۵۸ھ ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعض خصوصیّات و علامات اہلِ بدعت

(۱) توحید باری تعالیٰ سے دُور بھاگنا۔ عظمت و جلالِ الٰہی کا مفقود ہونا۔ محض ظاہری محبّت کا دعویٰ کرنا۔

(۲) خداوند تعالیٰ کی قدرت کو محدود ماننا کہ وہ فلاں فلاں اشیاء پہ قادر نہیں۔

(۳) بالعموم خدائی صفاتِ خاصّہ (مثل علمِ محیط و قدرت کاملہ وغیرہ) و افعال و اسماء کو مساوی درجہ میں حضرات انبیاءؑ و اولیاءؒ میں تسلیم کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی قدیم ابدی ذات کا جزوِ لاینفک قرار دینا۔

(۴) انبیاء علیہم السّلام کو نام سے خطاب کرنا۔ مثلاً یا محمدؐ کا وظیفہ پڑھنا، اور مساجد و مکانات و اشتہارات میں اسے تحریر کرنا۔ حالانکہ یہ پرلے درجہ کی بے ادبی ہے کہ اپنے سے بڑے کو نام سے پکارا جائے) یہی سُلوک اولیاء اللہ سے بھی کرنا مثلاً حضرت محبوب سُبحانیؒ کو یا شیخ

عبد القادر جیلانی" کہہ کر پکارنا۔

۵) انبیاء کو نفس مرتبہ انسانیت و عبدیت سے جو ان حضرات کے لئے بڑا ذاتی کمال ہے، خارج کرنا۔ بالخصوص حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح سے سخت توہین کرنا۔

۶) "اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ مِنْ نُوْرِیْ" کی موضوع حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے سب مخلوق (حتیٰ کہ فرعون، ابوجہل بلکہ ابلیس لعین) کو نوری کہنا، جس سے دوسرے الفاظ میں اپنے آپ کو بھی نوری لباس پہنایا۔

۷) ہر وقت لوگوں کو "نُوْرِیْ بَشَرِیْ" کی بحث میں پھنسا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی کمالات کا انکار کرنا، جس سے ایک گونہ معراجِ جسمانی کے بڑے معجزے کا انکار کرنا ہے (کیونکہ جب جسمِ خاکی ندارد، تو معراج صرف روح کو ہوئی ہو گی جو نوری چیز ہے)۔

۸) حضرات انبیاء و اولیاء کو خدائی صفات و افعال سے متصف کرنا۔ اُن کو ہر وقت عالم الغیب و حاضر و ناظر ماننا۔ ان سے حاجاتِ رزق وغیرہ مانگنا۔ اُن کو دور سے پکارنا۔ اُن کے نام کا وظیفہ پڑھنا۔ ان کو سجدہ و طواف کرنا۔ ان کے نام پر روزے رکھنا۔ ان کی قبروں پر ان کو خوش کرنے کے لئے جانور ذبح کرنا اور نذریں چڑھانا۔ حتیٰ کہ بعض اولیاء (مثل

حضرت خواجہ اجمیریؒ) کو رسولِ ہند کہنا وغیرہ وغیرہ۔

(۹) ان حضرات کی قبور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اور دیگر عبادتیں کرنا۔ بغداد شریف کی طرف مُنہ کر کے ہاتھ باندھ کر امداد طلب کرنا اور دیگر افعال کرنا۔ بعضوں کا قبور پر سرود سازنگی کے ساتھ عیدوں کی طرح میلے کرنا۔ اِن عُرسوں میں رقص و وجد کرنا حتیٰ کہ بعض کا بے ہوشی میں ننگا ہو جانا اور اس فعل کو بہت متبرک سمجھنا۔

(۱۰) شریعت میں عام طور پر تاویلات و قیاساتِ فاسدہ سے کام لینا۔ اکثر جگہ ائمہ مجتہدینؒ کی طرح اجتہاد کرنا۔ گو بظاہر اس امر کا قائل ہونا کہ اجتہاد تیسری یا چوتھی صدی کے بعد ختم ہو گیا۔

(۱۱) آج کل کے اِجْمَاع کو حجّت سمجھنا، حالانکہ از روئے شرع صرف اوّل کے تین زمانوں کا اِجماعِ اُمّت حجّت ہے۔

(۱۲) بدعتِ شرعی کو کوئی چیز نہ سمجھنا۔ نہ اس کی صحیح تعریف مع مثال پر قادر ہونا۔ سُنّت و بدعت میں فرق نہ کر سکنا۔

(۱۳) خوابوں، اِلہَاموں اور بزرگ لوگوں کے کشفوں پر مذہب کا دار و مدار رکھنا۔

(۱۴) ان کے علماء کا علمِ قرآن وحدیث میں ماہر نہ ہونا۔ اور حدیث شریف اور اصحابِ حدیث مثل امام بخاریؒ وغیرہ سے خاص نفرت رکھنا۔

(۱۵) فقہ کی اکثر کمزور یا موضوع روایتوں کا حافظ ہونا، اور اُن پر عمل کرنا، صحیح مسائلِ فقہی سے ناواقف ہونا۔ نِکات و اسرار و لطائفِ فقہیہ سے بالکل عاری ہونا اور مستند کتابوں کا حوالہ نہ دے سکنا۔

(۱۶) قراءت و تجوید سے جس سے قرآن شریف کو صحیح و عمدہ ترتیل سے پڑھا جائے، بے نصیب ہونا، اور اطمینانِ قلب و عظمتِ الٰہی کی حالت میں تلاوتِ قرآن پر قادر نہ ہونا۔

(۱۷) مطالعہ کتب سلفِ صالحین و ائمہ محققین متقدمین سے سخت نفور ہونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند سیرت اور بزرگانِ دین کے صحیح اقوال و احوال سے جاہل ہونا۔ غرض تاریخِ اسلام سے بالعموم عاری ہونا۔

(۱۸) بعض بے خوف لوگوں کا بزرگوں کی کتابوں کو ردّ و بدل کر کے شائع کرنا۔ (مثال کے لئے ملاحظہ ہو ترجمہ قرآن مع موضح القرآن شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ)

(۱۹) بالعموم قرآن شریف کا درس ان میں کم ہونا (وجہ اس کی یہ کہ قرآن میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہے، اور یہ اس سے کوسوں دُور بھاگتے ہیں۔ باقی علومِ نبویہ و شرعیہ کی تدریس بھی ان میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

(۲۰) علومِ قرآن و حدیث پر ان کی کسی محققانہ تصنیف کا ہرگز نہ ہونا۔

(۲۱) ایک خاص موضوع پر تقریر نہ کرسکنا بلکہ رطب و یابس کو مِلا دینا۔ نیز مجمع علماء کے سامنے آیاتِ توحید مثل سورۂ فاتحہ و سورۂ اخلاص کی تفسیر کو بھی اُصولِ شرعی کے متعلق چند منٹ کے لئے بیان نہ کرسکنا۔

(۲۲) زبان عربی میں بہت کم مہارت رکھنا۔ نہ اعلیٰ عربی پر قادر ہونا، اور نہ بولنے پر معمولی سے معمولی فقروں کے اُردو ترجمہ کی بھی جراًت نہ کرنا۔

(۲۳) اہلِ حق کے ساتھ مناظرہ سے فرار کرنا۔ بلکہ کفّار سے مقابلہ پر قادر نہ ہونا (کیونکہ علاوہ کم علمی اور پست ہمّتی کے وہ کفّار اوّل اوّل انکی قبر پرستی و شرکی تعلیم کی مٹی پلید کرتے ہیں)۔

(۲۴) شرعی مباھلہ میں حق و باطل میں فیصلہ کرنے کے لئے میدان میں نہ آنا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگو کہ "یا اللہ ہمیں اپنے رستہ میں اس طرح شہادت عطا فرما کہ ہمارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں"۔ تو ہرگز ہاتھ نہ اُٹھا سکنا۔

(۲۵) وعظ و تبلیغ کے لئے بغیر اُجرت ہرگز تیار نہ ہونا۔ بلکہ اُجرت لے کر بھی جراًت نہ کرسکنا۔ خلافِ شرع امر کو دیکھ کر نہ ہاتھ سے نہ زبان سے روکنا بلکہ " افضلُ الجھاد کلمۃُ حقٍ عند سلطانٍ جائرٍ " پر عمل کرنے والوں کو بُرا بھلا کہنا۔

(۲۶) اہلِ حق و متبعینِ سنّت و مدرّسینِ حدیث و فقہ کو کافر و وھابی

کہنا۔ بات بات میں تکفیر کا فتویٰ دینا۔

(۲۷) ناجائز و غیر مشروع طریق پر مولود خوانی کرانا۔ اس میں مبالغہ آمیز اشعار پڑھنا، اور وجد کرنا اور دیگر خلافِ شرع اُمور کا مرتکب ہونا۔

(۲۸) ان کے اکثر بلکہ تقریباً تمام پیروں کا علم و تقویٰ سے عاری ہونا۔ سُنّت سے دُور بھاگنا، عورتوں سے بیعت کے وقت مصافحہ کرنا۔ ان کے سر پر برکت کے لئے ہاتھ پھیرنا۔ ان کو جھوٹے تعویذ گنڈے دینا وغیرہ وغیرہ۔

(۲۹) اکثر مریدوں کا ان کی تصاویر کو بطور برکت کے قرآن وغیرہ میں رکھنا۔ تصوّرِ مشائخ کہ وہ مطلع ہو کر اپنی قدرتِ تامہ سے ان کی تربیت رُوحانی کرتے ہیں، پر کاربند ہونا۔

(۳۰) ان پیروں کے متعلق اکثروں کا یہ عقیدہ رکھنا کہ کمالِ معرفت کو پہنچ جانے کی وجہ سے اِن سے نماز وغیرہ فرائض ساقط ہو جاتے ہیں۔

(۳۱) سبّ و شتم کرنا۔ بالخصوص علماء محققین کو جنہوں نے کفّار کی بیخ کنی میں خوب کام کیا (مثلاً شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی دیوبندیؒ کے، کہ ان کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔

(۳۲) ان کے چہروں پر بوجہ عدمِ اخلاص فی التَّوحِیْد وقلّتِ عمل بر سُنّت کے بالعموم نُور و یُمن و برکت و فراست و رونق کے آثار کا ظاہر نہ ہونا۔

(۳۳) تمام مشائخ یا جن کی قبور قُبّہ دار ہوں، ان کے متعلق قطعی بہشتی ہونے کا

عقیدہ رکھنا (ہاں غالب اُمید مغفرت کی رکھنا یہ اور بات ہے)۔

(۳۴) بعض بزرگوں کے مزارات پر بہشتی دروازوں کا کھولنا اور حج سے زیادہ مخلوقات کا وہاں جانا۔ اور غلط عقیدہ رکھنا۔

(۳۵) اکثر عوام اہلِ بدعت کا تعزیوں پر رونا پیٹنا۔ بلکہ بعضوں کا خود تعزیے بنانا۔ حتیٰ کہ ان کے کئی بڑے علماء کا تعزیوں کی حمایت میں، اور سر کوبی و سیاہ پوشی کی تائید میں کتابیں لکھنا۔

(۳۶) تعظیماً لوگوں کے سامنے جُھکنا، حتیٰ کہ رکوع بلکہ سجدہ کے قریب ہو جانا۔

(۳۷) اکثر (عوام) کا خاص دنوں کو منحوس سمجھنا اور اچھی بُری تاریخ اور دن کا پوچھنا اور ان سے شگون لینا۔

(۳۸) قسمیں بہت کھانا، بالخصوص جھوٹی۔

(۳۹) اَدْعِیَہ مَاثُورَہ سے دُور بھاگنا۔ دُعاء گنج العرش اور دُرود تاج وغیرہ کی کثرت کرنا، جن کے مصنّفین کا حال ندارد، ان کے فضائل بناوٹی، بلکہ ان کے اندر بعض الفاظ بالکل خلافِ شریعت۔ کم از کم دس صحیح نبوی دعائیں بھی ان کو اور ان کے علماء کو یاد نہ ہونا۔

(۴۰) مثل ہنود و شیعہ کے خاص پابندیوں کے ساتھ رسوم سوّم، ہفتم، (جمعراتیں) چہلم، برسی کرنا، اسی طرح دیگر تقریبات عقیقہ وغیرہ پر رسوم ناجائز کرنا۔ شادی میں ناچ و راگ و رنگ کرانا، اور اس میں بالعموم سودی وغیرہ روپیہ

لگا کر اسراف کرنا۔

تنبیہ : یہ چالیس مشہور علامات بیان کر دی گئی ہیں۔ باقی اور سینکڑوں علامات متعلقہ عبادات و معاملات، معاشرات وغیرہ ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ بوقتِ ضرورت ان کو بھی انشاءاللہ العزیز شائع کیا جائے گا۔ واللہ یھدی السبیل۔

ضمیمہ

مولوی احمد رضا خان صاحب کے چند علمی جواہر پارے تو آپ نے ملاحظہ کر ہی لئے ہیں۔ اب ان کی بہتان تراشیوں کے چند نمونے بھی دیکھ لیجئے۔ انہوں نے حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید مظلومؒ کے ذمہ چند ایسے عقائد لگائے ہیں جن کا مظلومؒ کو کبھی تصوّر بھی نہیں ہوا ہوگا۔ خان صاحب نے جو گندے عقیدے شاہ شہید مظلومؒ وغیرہ کی طرف منسوب کئے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں :

ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت، ترکیبِ عقلی سے پاک کہنا، بدعتِ حقیقیہ کے قبیل سے ہے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے۔ اس کا سچّا ہونا کچھ ضرور نہیں، جھوٹا بھی ہو سکتا ہے، ایسے کو کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں، نہ اسکی کتاب قابلِ استناد، نہ اس کا دین لائقِ اعتماد، ایسے کو کہ جس میں ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے، جو اپنی مشیخیت (بڑائی اور پیری) بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے۔ چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے۔ ایسے کو جس کا علم حاصل کئے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا علم اس کے

اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔ ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا، حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بیحیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت (رسوائی) اس کی شان کے خلاف نہیں۔ وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے۔ صمد نہیں، جوف دار کھکل (کھوکھلا) ہے۔ سبوح قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے۔ زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر، بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ماں باپ جورو (بیوی) بیٹا سب ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے۔ برہما کی طرح چومکھا ہے۔ ایسے کو جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے جو بندوں کے خوف کے باعث جھوٹ سے بچتا ہے کہ کہیں مجھے جھوٹا نہ سمجھ لیں۔ بندوں سے چھپا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے اھ (العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد ۱ ص۲۴۵ طبع لاہور)۔ اس فتاویٰ کے حاشیہ پر خان صاحب نے ان ناپاک عقائد میں سے اکثر کو شاہ شہید مظلومؒ کے سر تھوپا ہے اور بجبر محض زورِ قلم اور جوشِ عداوت سے بزعمِ خود ان کی کتابوں سے کشید کرنے کی نامبارک سعی کی ہے اور ایک اور مقام پر شاہ شہید مظلومؒ کی عبارت پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کر سکتا ہے وہ سب خدائے پاک

کی ذات پر بھی روا ہے جس میں کھانا، پینا، سونا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، جلنا، ڈوبنا مرنا سب کچھ داخل الخ (کوکبۂ شہابیہ ص۱۵)

اور پھر آگے لکھا ہے کہ :

اسی قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے، وہ سب باتیں اللہ عزّ وجل کے لئے ہو سکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے لئے سونا، اونگھنا، بہکنا، بھولنا، جورو، بیٹا، بندوں سے ڈرنا، کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کر لینا، ذلّت وخواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا وغیرہ سب کچھ روا ٹھہرا اھ (ص۱٦ و ص۱۷)۔

یقین جانئیے کہ ان نجس اور مردُود عقائد میں سے ایک عقیدہ بھی نہ تو شاہِ شہید مظلومؒ کا ہے اور نہ ان کے متوسّلین میں سے کسی کا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ) از خود کسی بد دیانت کا انکی کسی عبارت اور کتاب سے بزور، کسی عقیدہ کا کشید کرنا صرف اس کی اپنی ذات تک محدود ہے اور بس، ان مظلوموں کا اس میں کوئی قصور نہیں، یہ خان صاحب کا خالص افترا، صریح بہتان اور سفید جھوٹ ہے۔ ان عبارات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شانِ رفیع کے بارے میں ہے۔ اب چند اور حوالے بھی ملاحظہ کر لیں۔ جو امام الانبیاء حضرت محمد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات گرامی کے بارے میں ہیں۔ صراط مستقیم کی ایک عبارت پر گرفت کرتے ہوئے خان صاحب لکھتے ہیں :

مسلمانو! مسلمانو! خدارا ان ناپاک ملعونی، شیطانی کلموں کو غور کرو الخ

(کوکبۂ شہابیہ صفہ ۳۰) - پھر آگے لکھا ہے :

مسلمانوں لِلّٰہ انصاف! کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے نکلنے کا ہے؟

حاشا للّٰہ! پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں، مشرکوں کی کتابیں دیکھو، جو انہوں نے بزعمِ خود اسلام جیسے روشن چاند پہ خاک ڈالنے کو لکھی ہیں شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤگے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نسبت لکھے ہوں کہ انہیں مواخذۂ دنیا کا اندیشہ ہے مگر اس مدّعی اسلام بلکہ مدّعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھیئے کہ اس نے کس جگرے سے محمّد، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سبّ و دشنام کے لفظ لکھ دیئے اور روزِ آخر اللہ عزیز غالب قہار کے غضبِ عظیم و عذابِ الیم کا اصلًا اندیشہ نہ کیا۔ مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اطلاع نہ ہوئی۔ یا مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذا نہ پہنچی۔ ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی واللہ واللہ انہیں ایذا پہنچی واللہ واللہ جو انہیں ایذا دے اُس پر دُنیا و آخرت میں اللہ جبّار و قہار کی لعنت اس کیلئے سختی کا عذاب شدّت کی عقوبت الخ (کوکبۂ شہابیہ صفہ ۳۰، ۳۱)

اور اسی کتاب صفہ ۳۲ میں لکھتے ہیں :

اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں الخ

یہ بات تو اپنی جگہ پر ہے کہ کیا شاہ شہید مظلوم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو

(معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ) گالیاں دی ہیں یا نہیں ؟ لیکن خان صاحب کے نزدیک تو انہوں نے ضرور (معاذ اللہ تعالیٰ) صریح سبّ و دشنام کے لفظ لکھے کہ پنڈتوں اور پادریوں نے بھی ایسے نہ لکھے اور یہ الفاظ ایسے صریح ہیں کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں ہے اور ان سے واللہ واللہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع بھی ہوئی اور ایذا بھی پہنچی (معاذ اللہ تعالیٰ)۔

اور یہی خان صاحب لکھتے ہیں کہ :

"جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے یا حضورؐ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضورؐ کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضورؐ کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہو گیا، اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی" (حسام الحرمین ص۲۷)۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ :

اصل بات یہ ہے کہ اصطلاحِ ائمہ میں اہلِ قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو۔ ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ شفا شریف و بزازیہ و درر و غرر و فتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (حسام الحرمین ص۲۷و۲۸)۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ :

ایک ملعون کلام تکذیبِ خدا یا تنقیص شانِ سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء

میں صاف صریح ناقابلِ تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکمِ کفر نہ ہو، اب تو اُسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے (حسام الحرمین ص۳۵)

اس سے بصراحت یہ ثابت ہوا کہ بقول خان صاحب شاہ محمد اسمٰعیل شہید مظلومؒ نے خدا تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح الفاظ میں اور کُھلے طور پر توہین کی ہے اور سبّ و دشنام کے الفاظ کہے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ اور ایسی گُستاخی کی ہے کہ اس میں کسی تاویل کی جگہ بھی نہیں ہے تو اس لحاظ سے شاہ شہید مظلومؒ کے کفر میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کیونکہ ان بالا عقیدوں میں سے ایک عقیدہ بھی ان کے قطعی کافر یا مرتد ہونے کیلئے کافی ہے چہ جائیکہ یہ سب یا ان میں سے بیشتر ان میں جمع ہو جائیں۔ پھر بھلا ان کے کفر میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ اگر ان کو کافر نہ کہا جائے تو خود انسان کافر ہو جائے گا اور خالص کفر کو اسلام ماننا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک تو نہ حضرت شاہ شہید مظلومؒ کے یہ عقیدے تھے اور نہ وہ کافر ہیں۔ وہ پکّے مسلمان ولی اللہ اور شہید تھے۔ بات خان صاحب کی ہو رہی ہے، ان کے نزدیک شہید مظلومؒ نے یہ سب کچھ صریح الفاظ میں کہا ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ مگر بے حد تعجّب اور انتہائی حیرت ہے کہ خان صاحب حضرت شاہ شہید مظلومؒ کو پھر بھی کافر نہیں کہتے۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتیٰ وعلیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد۔" یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہو اور اسی پر

فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت (سبحان السبوح ص۹۰ و حسام الحرمین ص۴۲)۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

"امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اہلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے اھ" (حسام الحرمین ص۴۳)

اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ خان صاحب اپنے فتویٰ کی رُو سے خود — ڈبل کافر ہیں کیونکہ وہ ایک کُھلے کافر کو کافر نہیں کہتے۔ اسی طرح جو بریلوی حضرات خان صاحب کے کفر اور معذب ہونے میں شک کرتے ہیں، خان صاحب کے فتوے کی رُو سے وہ بھی کافر ہیں گویا خان صاحب یوں گویا ہیں کہ ع

ہم تو ڈوبے تھے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اللہ تعالےٰ کے ولی اور شہید اور اسی طرح دیگر علماء حق کو بُرا کہنے کا یہ نتیجہ ہے کہ خان صاحب اپنے فتویٰ کی رُو سے خود کافر قرار پائے جن کی ساری زندگی لوگوں کی تکفیر میں صرف ہوئی۔ قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ خود ان کے اپنے قلم سے ان کے حق میں کفر کا فتویٰ تیار ہوا ع جادو وہ جو سر چڑھ بولے

اللہ تعالےٰ نفسِ امّارہ کی شرارتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلیٰ رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

دَلِیْلُ الْمُشْرِکِیْن

مصنفہ مولانا احمد الدین صاحب بگویؒ

تلمیذ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلویؒ

مع اُردو ترجمہ

ایضاح المؤمنین

از حضرت صوفی عبد الحمید صاحب سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العُلوم

شرک اور اس کی مختلف قسمیں اور اس کی کثیر الوقوع صورتیں جو عام طور پر انسانی سوسائٹی میں پائی جاتی ہیں، ان پر بڑے اچھے طریق سے بحث کی گئی ہے اور ہر ایک بات کی دلیل قرآنی آیات، احادیث نبویہ، قول و فعل صحابہ کرامؓ، ائمہ مجتہدین کے اقوال اور سلف صالحین کے مسلّمہ اصولوں کی روشنی میں کی گئی ہے۔ ایک سو تینتیس سال کے بعد یہ اہم قلمی کتاب پہلی دفعہ مدرسہ نصرۃ العلوم کی طرف سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو گئی ہے۔ بلا تردد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

. . . .

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

عقائد اہل السنّت والجماعت

المعروف

عقیدۃ الطحاویؒ

صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے متفق علیہ عقائد کا مستند ترین مجموعہ جس کو پڑھ کر تمام مسلمان اپنے دین و اسلام کو محفوظ کر سکتے ہیں، اصل عربی عبارت نہایت خوشخط ایک کالم میں نہایت آسان سلیس اُردو ترجمہ ہے جسے خواص و عوام سب پڑھ کر اپنے عقائد کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ ابتداء میں عقیدہ کی اہمیت اور ضرورت پر، اور امام طحاویؒ کی مختصر سوانح حیات پر ایک ایمان افروز اور مفید ترین مقدمہ بھی ہے۔

البیان الازہر

عقائد کے بیان پر مشتمل یہ مختصر رسالہ جس کے مصنف حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں۔ گمراہ نظریات اور گمراہ فرقوں کی کج روی سے اپنے دین و ایمان کو بچانے کی ہر دور میں اہمیت رہی ہے اور آج کے کج اندیش اور گمراہیوں سے پُر دور میں اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ ہر خورد و کلاں اس بزرگ امام کے اس کتابچہ کو پڑھ کر اپنے ایمان و عقیدہ کی اصلاح اور اپنے اہل و عیال کے ایمان و اعتقاد کی حفاظت کر سکتا ہے۔